فتاویٰ امن پوری (قسط۱۶۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی تفسیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ گمراہ صوفیوں کی تفسیر ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْوَاحِدِيُّ يَقُولُ : صَنَّفَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ كِتَابَ حَقَائِقِ التَّفْسِيرِ، وَلَوْ قَالَ : إِنَّ ذَاكَ تَفْسِيرٌ لِّلْقُرْآنِ لَكَفَرَ بِهٖ، قُلْتُ : صَدَقَ وَاللّٰهِ .

''علی بن احمد واحدی کہتے ہیں: ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حقائق التفسیر نامی کتاب تصنیف کی، اگر اسے قرآن کی تفسیر کہا جائے، تو یہ قرآن کے ساتھ کفر ہوگا۔ میں (ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: اللہ کی قسم! سچ کہا۔''

(تاريخ الإسلام : 264/10)

سوال: دوران نماز کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازی کو کپڑوں اور بالوں کے حوالے سے شریعت مطہرہ کی راہنمائی یہ ہے کہ کپڑوں کو سمیٹنے یا لپیٹنے اور بالوں کو سمیٹنے سے مجتنب رہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ، لَّا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا .

''مجھے سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ (حالت نماز یا نماز سے پہلے) بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔''

(صحيح البخاري : 816، صحيح مسلم : : 490)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نمازی کو یہ حکم حالت نماز میں دیا گیا ہے یا نماز سے باہر آستین وغیرہ چڑھا کر نماز میں داخل ہونے کے بارے میں ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حدیث کے ظاہر کا تو تقاضا یہی ہے کہ یہ نہی وممانعت حالت نماز کے متعلق ہے۔ داؤدی کا میلان و رجحان بھی یہی ہے۔ تھوڑا سا آگے جا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے بَابُ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهٗ فِي الصَّلَاةِ (اس باب میں نماز میں کپڑا نہ سمیٹنے کا بیان ہے۔) قائم کیا ہے۔ یہ بھی اسی بات کی مؤید ہے۔''

(فتح الباري : 296/2)

امام نسائی رحمہ اللہ (۲/ ۲۱۵، ح:۱۱۱۶) امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (۱۰۴۰) کی تبویب سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

❁ امام الأئمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے:

بَابُ الزَّجْرِ عَنْ كَفِّ الثِّيَابِ فِي الصَّلَاةِ .

''یہ نماز کے اندر کپڑے سمیٹنے پر ڈانٹ کے متعلق باب ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 782)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ وَثَوْبُهُ مُشَمَّرٌ أَوْ كُمُّهُ أَوْ نَحْوُهُ.

''علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ کپڑا یا آستین وغیرہ چڑھانے کی ممانعت نماز کے بارے میں ہے۔''

(شرح صحیح مسلم :193/1)

یعنی نماز کے علاوہ ممانعت نہیں ہے۔

❀ نیز لکھتے ہیں:

هُوَ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ فَلَوْ صَلّٰى كَذٰلِكَ فَقَدْ أَسَاءَ وَصَحَّتْ صَلَاتُهُ وَاحْتَجَّ فِي ذٰلِكَ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ بِإِجْمَاعِ العلماء وحكى بن الْمُنْذِرِ الْإِعَادَةَ فِيهِ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ.

''آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کے بارے میں نہی، نہی تنزیہی ہے۔ (یعنی نا قابل مؤاخذہ خطا ہے۔) اگر کوئی اس حال میں نماز پڑھ لے، تو یہ مستحسن اقدام نہ ہوگا، لیکن اس کی نماز درست اور صحیح ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے علما کے اجماع کو اس مسئلہ میں دلیل بنایا ہے۔ ابن المنذر رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس صورت میں نماز لوٹانے کا بیان کیا ہے۔''

(شرح صحیح مسلم :193/1)

یاد رہے کہ امام ابن منذر رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بلا سند ذکر کیا ہے۔ نیز امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بھی اجماع علما کا دعویٰ کیا ہے کہ ایسے نمازی پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

(الأوسط لابن المنذر : 184/3)

راجح اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ ممانعت مطلق نہیں ہے، بلکہ صرف نماز کے اندر منع ہے۔ راویٔ حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ بالوں کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ یعنی نماز کے اندر اور باہر ہر دو حالت ممنوع ہے۔

کریب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں (ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی طرف گوندھے ہوئے تھے۔ (یعنی سر کے بالوں کا جوڑا بنا ہوا تھا) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھے اور بالوں کو کھولنا شروع کر دیا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا: آپ میرے بالوں کے ساتھ کیا کر رہے تھے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ .

''اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو نماز پڑھتا ہے اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔''

(صحيح مسلم : 492)

اسی دلیل کی بنا پر حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس نہی کے مطلق ہونے کو مختار و صحیح کہا ہے۔

(شرح صحيح مسلم :193/1)

فائدہ نمبر: ①

اگر قمیص کے ہاف بازو ہوں یا بازو بالکل نہ ہوں، تو اس میں نماز بالکل درست ہے، کیوں کہ نماز میں کندھے ڈھانپنے کا ذکر تو ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۹، صحیح مسلم: ۵۱٦) لیکن

بازو ڈھانپنے کا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں اگر آستین نماز کے اندر فولڈ کرتا ہے یا نماز سے باہر فولڈ کر کے نماز میں داخل ہوتا ہے، کہنیاں ننگی ہوں یا نہ ہوں، تو یہ مکروہ ضرور ہے۔ اس میں کراہت تنزیہی ہے، لیکن نماز درست اور صحیح ہے۔ ہاں کپڑے اور بال بھی سجدہ کرتے ہیں، اگر ان کو سمیٹ لے گا، تو سجدہ نہ کر پائیں گے، لہٰذا ثواب سے محروم رہے گا۔

فائدہ نمبر: ②

دوسرے قرائن ودلائل سے ثابت ہے کہ عورت بالوں اور آستین کے حوالے سے مستثنیٰ ہے۔

فائدہ نمبر: ③

شلوار وغیرہ کو پائنچے یا نیچے سے سمیٹنا یا لپیٹنا جائز اور درست ہے۔

سوال: روایت: مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ'' بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: یہ روایت ثابت نہیں۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

''جو کسی نبی کو سب وشتم کرے، اسے قتل کر دو۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني: 4602، فوائد تمّام: 740)

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ ابو صلت عبد السلام بن صالح ہروی سخت ضعیف اور متروک ہے۔ اس کی متابعت عبید اللہ بن محمد عمری نے کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں۔

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَنْ سَبَّ اللّٰهَ أَوْ أَحَدًا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

''جس نے اللہ یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اسے قتل کر دو۔''

(الكامل لابن عدي : 88/7)

اس قول کی سند جھوٹی ہے۔

① عصمہ بن محمد انصاری ''متروک وکذاب'' ہے۔

② شعیب بن سلمہ انصاری ''مجہول الحال'' ہے۔

❁ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے منکر اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''باطل'' (جھوٹی) قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 78/3)

❁ علامہ ہندی رحمہ اللہ (۹۷۵ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

أَبُو الْحَسَنِ بْنُ رَمْلَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ فِي أَمَالِيهِ، وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ .

''ابو الحسن بن رملہ اصبہانی نے اس روایت کو اپنی امالی میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے۔''

(كنز العُمّال : 420/12)

اس کی سند نہیں مل سکی۔ نیز مؤلف (ابو الحسن بن رملہ) کے حالات زندگی بھی نہیں مل سکے، لہٰذا اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا درست نہیں۔

❁ اس کی ایک سند علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے۔

(الصّارم المَسلول، ص201)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم ''سیء الحفظ'' ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے،

نیز لیث سے نیچے سند بھی حذف ہے۔

(سوال): اگر کسی راوی کو امام ابن حبان رحمہ اللہ ''الثقات'' میں ذکر کریں اور امام حاکم رحمہ اللہ اس راوی کی سند کو ''صحیح'' کہیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ دونوں کی توثیق سے راوی حسن الحدیث بن جائے گا، اس سے جہالت عین اور جہالت عدالت زائل ہو جاتی ہے، جیسا کہ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(البدر المُنیر : 356/5، التّوضیح لشرح الجامع الصّحیح : 367/26)

(سوال): لومڑی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): لومڑی حرام ہے، اس کا شمار درندوں میں ہوتا ہے، اس کی کچلی ہوتی ہے۔

(سوال): ائمہ حق کون ہیں؟

(جواب): علامہ ابونصر سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَئِمَّةُ الْحَقِّ؛ هُمُ الْمُتَّبِعُونَ لِكِتَابِ رَبِّهِمْ سُبْحَانَهُ، الْمُقْتَفُونَ سُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْمُتَمَسِّكُونَ بِآثَارِ سَلَفِهِمُ الَّذِينَ أُمِرُوا بِالْاِقْتِدَاءِ بِهِمْ .

''ائمہ حق کتاب اللہ کا اتباع کرنے والے اور سنت رسول کی پیروی کرنے والے اور سلف صالحین کے آثار سے تمسک کرنے والے تھے، کہ جن کی اقتدا کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔''

(الرّدّ علی من أنکر الحرف والصّوت، ص 315)

(سوال): اگر کسی راوی سے دو ثقہ روایت کریں، تو کیا اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے؟

(جواب): اگر کسی راوی سے دو ثقہ روایت کریں، تو اس کی جہالت حال زائل نہیں ہوتی، البتہ بعض اہل علم کی رائے میں جہالت حال بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے، یہ مرجوح مؤقف ہے۔ درست بات یہ ہے کہ اس کی عدالت ثابت نہیں ہوتی، اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ جَهَالَةَ الْعَيْنِ تَرْتَفِعُ بِرِوَايَةِ اثْنَيْنِ عَنْهُ دُونَ جَهَالَةِ الْوَصْفِ هٰذَا عِنْدَ الْأَكْثَرِ .

''اگر کسی راوی سے دو (عادل) روایت کریں، تو اس کی جہالت عین مرتفع ہو جاتی ہے، البتہ جہالت حالیہ زائل نہیں ہوتی، اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔''

(الرّفع والتّكميل، ص161)

(سوال): کیا مسلمان ہونے کے لیے کلمہ شہادت پڑھنا کافی ہے؟

(جواب): مسلمان ہونے کے لیے صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھنا کافی ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عِنْهُ أَنَّ الْكَافِرَ إِذَا قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ، وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ شَيْئًا؛ أَنَّهٗ مُسْلِمٌ .

''ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جب کافر (صدق دل سے) صرف ''اشہد لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ'' کہہ دے، تو وہ مسلمان ہے۔''

(الإجماع : 724)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مِمَّا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الدِّينِ، وَعُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّهُمْ مُجْمِعُونَ عَلٰى مَا عُلِمَ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الرَّسُولِ، أَنَّ كُلَّ كَافِرٍ فَإِنَّهٗ يَدَّعِي إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ، سَوَاءً كَانَ مُعَطِّلًا، أَوْ مُشْرِكًا، أَوْ كِتَابِيًّا، وَبِذٰلِكَ يَصِيرُ الْكَافِرُ مُسْلِمًا، وَلَا يَصِيرُ مُسْلِمًا بِدُونِ ذٰلِكَ .

''ائمہ دین اور علمائے مسلمین کا اتفاق واجماع ہے کہ دین کے بنیادی مسائل میں سے ہے کہ جو کافر شہادتین کی گواہی دے، وہ کافر خواہ معطل (صفات باری تعالیٰ کا منکر) ہو، یا مشرک ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، تو اس سے وہ کافر مسلمان ہو جائے گا، اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔''

(درء تعارض العقل والنّقل : 8/7)

اس اجماع کی مؤید کئی احادیث ہیں۔

سوال: تکبیر تحریمہ کے بعد کے اذکار کیا ہیں؟

جواب: تکبیر تحریمہ اور سورت فاتحہ کے مابین مختلف دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے، ایک سے زائد دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تکبیر کہتے تو قرات سے پہلے ایک لحہ خاموش رہتے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ قربان، آپ خاموشی کے وقفے میں کیا پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ

وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَایَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَایَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ .

''یااللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال، جتنی مشرق اور مغرب میں ہے، یااللہ! مجھے گناہوں سے یوں پاک کر، جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، یا اللہ! میری خطائیں، برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔''

(صحيح البخاري : 744؛ صحيح مسلم : 598)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے اور یہ کلمات ادا کرتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ .

''یا اللہ! تو پاک ہے، حمد وثنا تیرے ہی لئے ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند وبرتر ہے، تیرے سوا کوئی الہ نہیں۔''

پھر تین دفعہ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہتے، تین دفعہ «اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا» کہتے، اس کے بعد یہ دعا پڑھتے:

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهٖ، وَنَفْخِهٖ، وَنَفْثِهٖ .

''میں شیطان مردود، اس کے وساوس اور اس کے فریب وسحر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں جوخوب سننے والا، خوب علم والا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 50/3، 69؛سنن أبي داود : 775؛سنن النّسائي : 900؛ سنن التّرمذي : 242؛ سنن ابن ماجه : 804؛ وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا قربانی کے لیے جانور کا دوندہ ہونا شرط ہے؟

جواب: قربانی کے جانور کا دوندہ ہونا شرط ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ .

''دوندا جانور ہی ذبح کریں، تنگی کی صورت میں بھیڑ کی نسل سے جذعہ ذبح کرلیں۔''

(صحیح مسلم : ۱۹۶۳)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''ارباب علم مُسِنَّةٌ دوندے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کو کہتے ہیں، نیز اس حدیث میں وضاحت ہے کہ بھیڑ کے علاوہ جنس کا جَذَعَةٌ بطور قربانی جائز نہیں، بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ اس پر اجماع ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ۱۵۵/۲)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَنِيًّا فَصَاعِدًا وَاسْتَسْمِنْ فَإِنْ أَكَلْتَ أَكَلْتَ طَيِّبًا وَإِنْ أَطْعَمْتَ أَطْعَمْتَ طَيِّبًا .

''قربانی کا جانور دوندا یا اس سے بڑا ہو، اسے خوب فربہ کیجیے، جب کھلائیں، تو اچھا کھلائیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٧٣/٩، وسندهٗ صحيحٌ)

تمام اہل لغت کے نزدیک مسنہ کا معنی دوندا ہے۔بعض اہل علم نے سہولت کے پیش نظر جانور کی عمر بیان کر دی ہے۔اگر اس عمر کو پہنچ جاتا ہے، مگر دوندا نہیں ہوتا، تو قربانی جائز نہیں۔اس لیے قربانی میں شرط جانور کے دوندا ہونے کی ہے، نہ کہ عمر کی۔

سوال: میت کو غسل دینے والے پر غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے والے شخص پر غسل واجب نہیں، بلکہ مندوب و مستحب ہے۔اسی طرح میت کی چارپائی اٹھانے والے شخص پر بھی وضو واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔فہم سلف اسی کا مؤید ہے۔

❀ حافظ خطابی ﷫ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الْفُقَهَاءِ يُوجِبُ الِاغْتِسَالَ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ، وَلَا الْوُضُوءَ مِنْ حَمْلِهِ، وَيُشْبِهُ أَنْ يَّكُونَ الْأَمْرُ فِي ذٰلِكَ عَلَى الِاسْتِحْبَابِ.

''میں فقہائے کرام میں سے کسی ایک بھی ایسے فقیہ سے واقف نہیں، جو میت کو غسل دینے والے شخص پر غسل کو اور اسے کندھا دینے والے شخص پر وضو کو واجب قرار دیتا ہو۔معلوم یہی ہوتا ہے کہ اس بارے میں حکم استحباب پر محمول ہے۔''

(مَعالم السنن : 305/3)

اس مسئلہ میں جتنے بھی آثار وارد ہیں، ان کے بارے میں سلف اور ائمہ دین کا فیصلہ

ہے کہ وہ سارے کے سارے استحباب پر محمول ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ .

''جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کرے اور جو میت کو کندھا دے، وہ وضو کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، السّنن الكبرٰى للبيهقي :302/1، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سنن کبریٰ بیہقی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

مَنْ مَّشٰى مَعَهَا فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَقْضِيَ دَفْنُهَا .

''جو جنازے کے ساتھ جائے وہ اس کی تدفین مکمل ہونے تک نہ بیٹھے۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُنَّا نُغَسِّلُ الْمَيِّتَ، فَمِنَّا مَنْ يَّغْتَسِلُ، وَمِنَّا مَنْ لَّا يَغْتَسِلُ .

''ہم (صحابہ) میت کو غسل دیا کرتے تھے، بعض غسل کر لیتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :306/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التّلخيص الحَبير :137/1)

❀ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی فرماتے ہیں:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَأَصَابَهٗ مِنْهُ شَيءٌ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِلَّا فَلْيَتَوَضَّأْ .

''اگر کسی شخص کو مردہ نہلاتے ہوئے اس سے کوئی گندگی لگ جائے تو وہ غسل کر

لے، ورنہ وضو ہی کر لے۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :306/1، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ .

''جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کر لے۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :305/1، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ، إِنَّ مَيِّتَكُمْ لَمُؤْمِنٌ طَاهِرٌ، وَلَيْسَ بِنَجَسٍ، فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيكُمْ .

''جب تم اپنے مُردوں کو غسل دیتے ہو، تو اس سے تمہارے لیے غسل فرض نہیں ہوتا کیونکہ تمہارا مردہ مؤمن اور طاہر ہوتا ہے، نجس نہیں۔ لہٰذا تمہارے لیے اپنے ہاتھ دھو لینا ہی کافی ہے۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :306/1، وسندہٗ حسنٌ)

❁ مزید فرماتے ہیں:

لَا تُنَجِّسُوا مَيِّتَكُمْ، يَعْنِي لَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ .

''اپنے مُردوں کو پلید نہ سمجھو، یعنی مُردے کو نہلانے والے پر غسل (فرض) نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 267/3، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ جب آپ رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

هَلْ عَلٰى مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا غُسْلٌ؟

''کیامُردے کوغسل دینے والے پرغسل فرض ہے؟اس پرآپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَجَسْتُمْ صَاحِبَكُمْ؟ يَكْفِي فِيهِ الْوُضُوءُ .

''کیاتم اپنے مردے کو پلید سمجھتے ہو؟ مردے کونہلانے والے کے لیے وضوکر لیناہی کافی ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :305/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

كُنَّا نُغَسِّلُ الْمَيِّتَ، فَيَتَوَضَّأُ بَعْضُنَا وَيَغْتَسِلُ بَعْضٌ، ثُمَّ يَعُودُ، فَنُكَفِّنُهٗ، ثُمَّ نُحَنِّطُهٗ، وَنُصَلِّي عَلَيْهِ، وَلَا نُعِيدُ الْوُضُوءَ .

''ہم میت کوغسل دیتے، پھرہم میں سے کچھ لوگ وضوکرتے تھےاور کچھ غسل کر لیتے تھے۔پھر وہ لوٹتے تو ہم میت کوکفن دیتے ،اسے خوشبو لگاتے اور اس کا جنازہ پڑھتے ،ہم دوبارہ وضونہیں کرتے تھے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :306/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب مؤمن مُردوں کوغسل دینے والےشخص پرغسل (فرض)ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا توانہوں نے فرمایا:ایسانہیں ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 268/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عائشہ بنت سعد رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

''سعد رضی اللہ عنہ کوسیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے جنازے کی اطلاع ملی تو وہ اس وقت بقیع میں تھے۔آپ تشریف لائے ،سعید رضی اللہ عنہ کوغسل دیا،ان کوکفن دیا،خوشبو لگائی، پھرگھر گئے،ان کا جنازہ ادا کیا، پھر پانی منگوا کرغسل کیا اورفرمایا: میں

نے سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا۔ اگر وہ نجس ہوتے تو میں انہیں غسل ہی نہ دیتا۔ میں نے تو گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 268/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ خزاعی بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ابن زیاد ان کے پاس نہ آئے، نیز ان کے ساتھ ان کے قریب آئیں۔ سیدنا عائذ بن عمرو، سیدنا برزہ اور سیدنا ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے دیگر ساتھیوں کی طرف پیغام بھیجا گیا۔ انہوں نے آکر صرف یہ کیا کہ اپنی کفیں اوپر چڑھائیں اور ان کے قمیصوں کا جو کپڑا لٹک رہا تھا، اسے اپنے کمر بندوں میں ڈال لیا، پھر (غسل دینے سے) فراغت کے بعد صرف وضو کرلیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 268/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ ابوقلابہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا غَسَّلَ مَيِّتًا، اغْتَسَلَ .

''جب وہ میت کو غسل دیتے تو خود بھی غسل کرتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانُوا يَقُولُونَ : إِنْ كَانَ صَاحِبُكُمْ نَجِسًا، فَاغْتَسِلُوا مِنْهُ .

''لوگ (صحابہ کرام) کہا کرتے تھے کہ اگر تمہارا مُردہ نجس ہے، تو پھر اسے غسل دینے کی وجہ سے غسل کرلو (یعنی میت کو غسل دینے پر غسل نہیں ہے)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ یونس بن عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ الْحَسَنُ لَا يَرٰى عَلَى الَّذِي يَغْسِلُ الْمَيِّتَ غُسْلًا .

''امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ میت کو غسل دینے والے پر غسل کو (فرض) خیال نہیں کرتے تھے۔''

(المَطالب العالية لابن حَجَر :481، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی رائے ہے:

إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَّغْتَسِلَ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَيَتَوَضَّأَ مَنْ نَّزَلَ فِي حُفْرَتِهٖ حِينَ يُدْفَنُ، وَلَا وُضُوءَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّنْ صَلّٰى عَلَيْهِ، وَلَا مِمَّنْ حَمَلَ جِنَازَتَهٗ، وَلَا مِمَّنْ مَّشٰى مَعَهَا .

''میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا اور دفن کے وقت قبر میں اترنے والے کے لیے وضو کرنا مسنون ہے۔ان کے علاوہ جنازہ پڑھنے والے، کندھا دینے والے اور جنازے کے ساتھ چلنے والے، کسی پر وضو نہیں۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :303/1، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ (279ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي الَّذِي يُغَسِّلُ الْمَيِّتَ، فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ : إِذَا غَسَّلَ مَيِّتًا فَعَلَيْهِ الغُسْلُ، وقَالَ بَعْضُهُمْ : عَلَيْهِ الوُضُوءُ، وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : أَسْتَحِبُّ الغُسْلَ مِنْ غُسْلِ

الْمَيِّتِ، وَلَا أَرٰى ذٰلِكَ وَاجِبًا، وَهٰكَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ، وَقَالَ أَحْمَدُ : مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا أَرْجُو أَنْ لَّا يَجِبَ عَلَيْهِ الغُسْلُ، وَأَمَّا الوُضُوءُ فَأَقَلُّ مَا قِيلَ فِيهِ، وقَالَ إِسْحَاقُ : لَا بُدَّ مِنَ الوُضُوءِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهٗ قَالَ : لَا يَغْتَسِلُ وَلَا يَتَوَضَّأُ مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ .

''مردے کو نہلانے والے (پر غسل) کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔صحابہ کرام وغیرہ پر مشتمل بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جب کوئی میت کو غسل دے تو اس پر بھی غسل ہے۔بعض کا کہنا ہے کہ اس پر وضو ہے۔امام مالک بن انس فرماتے ہیں کہ میں مردے کو نہلانے والے کے لیے غسل کو مستحب سمجھتا ہوں، واجب نہیں۔امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں۔امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ میرے خیال میں میت کو غسل دینے والے پر غسل فرض نہیں، البتہ اسے کم از کم وضو کا کہا گیا ہے۔امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: اس کے لیے وضو ضروری ہے، جبکہ امام عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ اسے نہ غسل کرنے کی ضرورت ہے نہ وضو کرنے کی۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 993)

تنبیہ:

اس باب میں مروی ساری کی ساری مرفوع روایات معلول ہیں۔

❀ **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ.

''جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کرے اور جو میت کو کندھا دے، وہ وضو کرے۔''

(سنن التّرمذي : 933، وقال : حسنٌ، سنن ابن ماجه : 1463، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 301/10، وصحّحه ابن حبان : 1161)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ»

''جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کرے اور جو میت کو کندھا دے، وہ وضو کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، مسند الإمام أحمد : 433/2، 454، مسند الطّيالسي : 305/2، الجَعديّات لأبي القاسم البغوي : 987,986/2)

❁ مسند طیالسی وغیرہ میں یہ الفاظ بھی ہیں:

مَنْ حَمَلَ جَنَازَةً فَلْيَتَوَضَّأْ.

''جو شخص جنازے کو اٹھائے، وہ وضو کرے۔''

ان تمام مرفوع احادیث کو ائمہ علل نے ضعیف وغیر ثابت قرار دیا ہے۔

❁ امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ (م: 258ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ فِيمَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، حَدِيثًا ثَابِتًا، وَلَو ثَبَتَ لَزِمْنَا اسْتِعْمَالُهُ.

''میرے علم میں مردے کو غسل دینے والے پر غسل کے بارے میں کوئی

حدیث ثابت نہیں۔ اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ہمارے لیے اس پر عمل لازم ہو جائے گا۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :302/1، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ فِيهِ حَدِيثٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد بروایة أبي داوٗد، ص 309)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ خَبَرٌ ثَابِتٌ .

''اس بارے میں کوئی ثابت حدیث موجود نہیں۔''

(الأوسط : 351/5)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلرِّوَايَاتُ الْمَرْفُوعَةُ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ غَيْرُ قَوِيَّةٍ، لِجَهَالَةِ بَعْضِ رُوَاتِهَا وَضُعْفِ بَعْضِهِمْ .

''اس بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایات قوی نہیں، کیونکہ ان کے بعض راوی مجہول ہیں اور بعض ضعیف۔''

(السّنن الکبرٰی :303/1)

تنبیہ:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے لیکن اس کا کوئی ناسخ ذکر نہیں

کیا۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں مرفوع احادیث ثابت نہیں، البتہ بہت سے آثارِ صحابہ موجود ہیں۔ ان تمام کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل فرض نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ اسی طرح میت کی چارپائی کو کندھا دینے والے شخص کے لیے وضو واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ جن آثار میں غسل اور وضو کی نفی کی گئی ہے، ان سے مراد فرضیت اور وجوب کی نفی ہے، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا اور میت کو کندھا دینے والے کے لیے وضو کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔